عہد مامونی کے چند نامور

از جناب شہزادہ احمد علی خاں صاحب درانی سابق ڈائرکٹر جنرل افغان اکیڈمی کابل

فضل بن سہل بن زادانفروخ، ذوالریاستین، ایام عباسیہ کا معروف وزیر، سرخس کا رہنے والا مجوسی تھا، یحیی بن خالد برمکی کے ہاتھوں نعمتِ اسلام سے مالامال ہوا۔ اس کا ستارہ بھی برامکہ ہی کے نیر اقبال کے ساتھ ساتھ مہر و ماہ سے آنکھیں لڑانے لگ گیا۔ اور برمکیوں ہی کی وساطت سے اس کو بارگاہِ خلافت تک رسائی ہوئی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اسکی حاضر جوابی، علمی فضیلت، اور طلاقتِ لسان سے محظوظ ہو کر اُسے ہمیشہ اپنے دربار میں باریاب ہونے کی اجازت عطا فرمائی۔ اس طرح فضل ترقی کے بلند زینے طے کرتا ہوا اپنے اوجِ کمال پر پہنچ گیا۔

"فضل" بخشش اور سخاوت میں لاثانی تھا، اور اصول کی پابندی اس کا شیوہ تھی۔ کہتے ہیں، مسلمان ہونے کے دن بھی کیش زردشتی کے نغمات کی زمزمہ سرائی کر رہا تھا۔ کسی نے پوچھا تو کہا: "میں، کوئی دم ایسا گذار دینا نہیں چاہتا جس میں کسی آئین کا پیرو نہ گنا جاؤں" [۱]

فضل نے علمِ نجوم باپ سے وراثت میں لیا تھا، صلاحیت و استعداد خداداد تھی۔ بعض مورخین کے قول کے مطابق اس نے مامون الرشید کے ستارے کو عنوانِ خلافت سے مزین دیکھکر اس کا ساتھ دیا۔ اور رفتہ رفتہ اس کے مقربانِ خاص میں شامل ہوگیا۔ علاوہ ازیں اس نے اپنی سخاوت اور کرم گستری سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر کے انھیں اپنا گرویدہ اور ہواخواہ بنا لیا۔ چونکہ ہارون رشید نے "امین" کو اپنا ولیعہد چن لیا تھا،

---

[۱] مولف تاریخ گزیدہ کے علاوہ اکثر مورخین اس واقعہ کو ابن مقفع کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اسلئے شروع شروع میں فضل کو ترقی کے راستے میں دشواریاں پیش آئیں۔

۱۹۳ھ میں خلیفہ ہارون کی وفات طوس[۵۱] میں ہوئی اور "فضل[۵۲] بن ربیع" کے زور سے "امین[۵۳]" سریر آرائے خلافت ہوا اور اس طرح وصیت ہارونی کچھ عرصہ کے لئے بروئے کار آئی۔ مامون نے بھی خراساں میں اپنی فرمانروائی کا ڈنکا بجایا۔ اور فضل بن سہل کو اپنا وزیر مقرر کرلیا۔

خلیفہ امین | امین علاوہ عیش[۵۴] پرستی کے سیاست، ملکداری، اور رعایا پروری سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا تھا اسلئے مہمات سلطنت کی جانب اُسے رغبت ہی نہ تھی، بلکہ نازک سے نازک مواقع میں بھی لہو ولعب کی انتہائی سرمستیوں میں مصروف رہتا تھا[۵۵]۔

"فضل بن ربیع" وزیر خلافت بھی، مامون رشید کے وزیر "فضل بن سہل" سے تدبر، دور اندیشی اور کاردانی میں پیچھے تھا۔ بایں ہمہ تمام اشراف عرب اپنے اس صحیح النسب خلیفہ کے حامی اور مددگار تھے اور کوئی بھی اس کی شان خلافت کو دولت مستعجل نہ گنتا تھا لیکن مامون عجمی ماں کا بیٹا تھا، اور اس نے خود بھی کئی برسوں کی حکومت سے عجمیوں کا دل اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا، اسلئے علاوہ عرب اور مصر کے دوسرے تمام ایشیائی ممالک اسلام میں مامون کی قدر ومنزلت لوگوں کے دلوں میں عام تھی

خلیفہ ہارون رشید کی مشہور "وصیت معلقہ" کے مطابق "مامون" "امین" کا ولیعہد اور سرزمین خراساں کا فرمانروا ہوا۔ لیکن خلیفہ امین نے اپنے وزیر "فضل بن ربیع کے اُکسانے[۵۶] اور خوف دلانے سے مامون کو بغداد

---

[۵۱] مشہد حالیہ [۵۲] برامکہ کے بعد قلمدان وزارت کا حامل تھا، ہارون الرشید کی وفات پر قشون خلافت اور خزانۂ سلطنت کو بغداد لیگیا جہاں پہنچکر اس نے "امین" کو ہارون کی وصیت کے مطابق خلیفہ بنادیا۔ [۵۳] خلافت اسلامیہ کا تیسرا اور آخری نجیب الطرفین قریشی خلیفہ (اول) حضرت علیؓ ابن ابی طالب (دوم) امام حسنؓ ابن علی (سوم) ہارون اور زبیدہ کا فرزند "امین" جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے قریشی تھا۔ [۵۴] کہتے ہیں کہ اس نے بہت کھلی آستین کا کرتہ ایجاد کیا تاکہ اپنی خواصوں کو ایک قطار میں بٹھا کر ان کی آستینوں میں سے گھستا اور نکلتا رہے، ایک دن ہارون الرشید نے اس انوکھے کھیل کو بچشم خود دیکھ لیا اور "امین" کی تعلیم وتربیت میں زیادہ سختی اور کوشش شروع کردی لیکن "کوشش بے فائدہ است سرمۂ ابروئے کور" بدبخت "امین" نہ سدھرنا تھا نہ سدھرا۔ [۵۵] ایکدفعہ اسکے ایک مقتدر جرنیل "علی بن عیسیٰ بن ہامان" کے قتل ہونیکی خبر آئی تو یہ مچھلی کے شکار میں مصروف تھا کہنے لگا دیکھتے نہیں؟ میرے غلام "کوثر" نے دو مچھلیاں پکڑلی ہیں اور میں تاحال خالی ہوں۔ [۵۶] فضل بن ربیع نے بدمست اور سادہ لوح "خلیفہ" کو اپنے انہدام وزارت اور امحائے شان کے ڈر سے اسکے بھائی "مامون" کے خلاف اکسا کر لڑا دیا (تاریخ گزیدہ)

میں بلا کر اس کا خاتمہ کر دینا چاہا۔ ادہر ماموں کے دوراندیش وزیر "فضل بن سہل" نے بھی "ماموں" کو طرح طرح سے بغداد جانے سے روکا، اور اپنے تدبر اور کاردانی کے درخشاں انجام کو دیکھتے ہوئے اس کو بھائی کی حرکاتِ بیجا کے خلاف بھڑکایا۔

امین نے "ماموں" کا نام خطبے سے نکلوادیا، اور اس کی جگہ اپنے شیرخوار اور بے زبان بچے کو "الناطق باللہ" کا لقب دیکر ولیعہدِ خلافت مقرر کیا۔ یہ سنکر ماموں نے بھی خلیفہ امین کا نام خطبہ سے ہٹا دیا۔ اس طرح مہر برادری قہر سیاست اور عشقِ امارت سے بدل گئی، اور دو بھائیوں میں جس میں سے ایک کے مددگار عرب اور دوسرے کے پشتیبان عجم تھے فتنہ و فساد کی وہ خانہ برانداز آگ بھڑکتی ہوئی دکھائی دی جس کی بے پناہ لپٹوں نے مہدِ علیا "زبیدہ خاتون" کے قصرِ امید کو جلا کر راکھ کر ڈالا۔

خلیفہ "امین" نے "ماموں" کی سرکوبی کیلئے "علی بن عیسیٰ بن ہامان" کو پچاس ہزار قشون قاہرۂ خلافت کا سرلشکر بنا کر بھیجا، جسکو ماموں کے مشہور جرنیل طاہر ذوالیمینین[1] بن حسین بن مصعب نے فقط دس ہزار آزمودہ سپاہ کے ساتھ طہران سے آدھ فرسنگ پر شکست فاش دی۔ خلیفہ امین نے دوبارہ عبدالرحمٰن بن جبلہ کو تیس ہزار کا لشکر دیکر بھیجا اُسے بھی ماموں کے بختِ رسا اور طاہر کے زورِ بازو نے ہمدان کے قریب منتشر کر دیا، اور عبدالرحمٰن نے امان حاصل کر لی، لیکن کمک آنے پر نقضِ عہد کیا پھر لڑا اور مارا گیا۔ تیسری مرتبہ طاہر نے پھر تیس ہزار بغدادی فوج کو جو "ہرثمہ بن اعین" کی سرکردگی میں بھیجی گئی تھی تہ و بالا کر کے روند ڈالا۔ ادہر ماموں نے بھی اور بیس ہزار سپاہِ جرار کی کمک سے طاہر کی قوتِ عسکری کو قوی تر کر دیا اب طاہر بصرہ کی جانب بڑھا اور رستے میں امین کے حکام کو ہٹا کر اپنے عمال کو بٹھاتا گیا۔

ان تابڑتوڑ شکستوں سے خلافتِ امین کی نااستوار بنیادیں متزلزل ہو گئیں، اور ہر طرف فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا۔ عیاروں اور لٹیروں نے ملک بھر میں اودھم مچا دیا، آخر کار فضل بن ربیع نے بھی قلمدانِ وزارت سے

[1] سلطنت "آل طاہر" یا طاہرین خراساں" کا مؤسس جس کا لقب ذوالیمین تھا۔ اس کیلئے المامون ملاحظہ ہو۔

ہاتھ اٹھا لیا۔ اب سادہ لوح "امین نے عیاروں میں دولت لٹانی شروع کر دی، تاکہ یہ فتنے اُن فسادات کا سدِّ باب کر سکیں جن کی بے ہنگامیاں سکونِ تعیش میں برہمیاں پیدا کر رہی تھیں۔

آخر کار سب طرف سے مایوس ہو کر خلیفہ "امین" نے "طاہر" سے امان چاہی اور اجازت طلب کی تاکہ خود بنفسِ نفیس "مامون" سے ملکر اپنا معاملہ طے کرلے۔ لیکن طاہر نے قبول نہ کیا۔ اب خلیفہ امین نے "ہرثمہ" کا دامن تھاما، طاہر کو خبر ہو گئی، اس نے مخفی طور پر اپنے آدمی لگا دیئے جنھوں نے وہ کشتی جس میں خلیفہ بھاگنے والا تھا، اس میں سوراخ کر دیئے۔ سیاہ کار امین رات کی تاریکیوں میں دجلہ عبور کر رہا تھا کہ تقدیر کی نیا بدبختیوں کے بھنور میں چکرائی اور چلتا بجرا پانی سے بھر کر دریا کی تہ میں بیٹھ گیا۔ امین شناوری میں مشاق تھا تیرتا کر کسی طرح حیاتِ مستعار کو ساحلِ نامرادی تک کھینچ لایا۔ لیکن طاہر کی محتاط اور دوربین نظروں سے اوجھل نہ ہو سکا۔ چنانچہ ابراہیم بن جعفر کے دستے نے، جس کو عقابی نگاہ والے طاہر نے پہلے ہی سے وہاں مقرر کر رکھا تھا، اس بھیگی چڑیا کو جا دبوچا۔

طاہر نے امین کی گرفتاری کا حال سنتے ہی اپنے غلام "قریشِ[۵۱] دراز ندان" کو جو اپنی کراہت و جاہت اور قساوتِ قلبی میں اسم بامسمّی تھا "قتلِ امین" پر مامور کر دیا۔

امین کا قتل کورباطن قریش نے زبیدہ کے نورِ نظر کو ابراہیم بن جعفر کے ہاں جا پکڑا۔ قسمت کا کھوٹا اور رہائی سے شرابور خلیفہ "اذا لم تساعد المقادیر ضلت التدابیر" (جب تقدیر ساتھ نہیں دیتی تو تدبیریں بھی الٹی ہو جاتی ہیں) کہتا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھا، نہتے خلیفہ نے "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کہکر سرہانے کو موت کی ڈھال بنایا، لیکن آرام و راحت کے گدگدے کھلونے بھی کبھی تیغ زن بازوؤں اور صف شکن تلواروں کی تاب لا سکے ہیں جو "یہ مشتِ پر تکیہ" شمشیرِ خوں آشام کے آڑے آجاتا! پہلی ہی ضرب نے سر کو توڑا، اور دوسرے وار نے خلیفہ امین کا خاتمہ کر دیا۔[۵۲]

---

۵۱ تاریخ گزیدہ۔ ۵۲ طبری ۵۳ بعض تاریخوں میں خلیفہ "امین" کا قتل مختلف طریقوں سے لکھا ہے۔

مستوفی" حمد اللہ" لکھتے ہیں کہ طاہر نے امین کا سر کاٹ کر ایک خط کے ساتھ مامون کی خدمت میں بھیجا جس میں تحریر تھا کہ: "اگرچہ خلیفہ آپ کے بھائی تھے لیکن حضرت نوحؑ اور ان کے بیٹے کا حال بھی تو حضور سے پوشیدہ نہیں۔ اعمالِ بد سے رشتوں کا ٹوٹ جانا لازمی ہے۔" مامون الرشید نے کنکھیوں سے بھائی کا خون آلود اور بے تاج سر دیکھا تو تڑپ اٹھا اور زار و قطار رویا اور کہا: ہائے! مجھے اس کی مہربانیاں یاد آتی ہیں! ایکدفعہ ہم دونوں بھائی اپنے باپ خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ خزانۂ شاہی میں گئے تو مجھے پانچ لاکھ اور امین کو دس لاکھ درہم عنایت ہوئے، میں نے بھائی کو مبارکباد بھیجی جس کے صلہ میں وہ دس لاکھ بھی مجھی کو عطا کر دیئے۔

اس میں شک نہیں کہ خراسان پہلے ہی سے مامون الرشید کے تابع فرماں تھا، لیکن جبتک کہ خلیفہ امین قتل نہ ہوگیا مامون کی خلافت بھی رسمی طور پر نہ مانی گئی اور جب مامون تیسری صدی ہجری کے ابتدا میں سریر آرائے خلافت ہوا تو ممالکِ اسلامی عجیب شور و شر اور فتنہ و فساد میں مبتلا تھے۔ چنانچہ ایک طرف "آلِ طاہر" علویوں کی جنبہ داری میں کوس لمن الملک بجا رہے تھے تو دوسری جانب آذربائیجان نے بابک خرمی جیسا فتنہ پیدا کر دیا تھا۔ طبرستان اور مازندران کے صوبوں اور ان کی جنوبی سرزمین پر "ابومسلم خراسانی" کی پیروی میں شیعہ فتنوں کی آگ بغاوت کی شکل میں شعلہ زن ہو رہی تھی۔ شمالی ایران میں "عبداللہ خردادبہ" قتل و غارت اور کشت و خون کا بازار گرم کئے ہوئے تھا۔ جبالِ طبرستان بھی بغاوت اور قساوت کے پُرہیبت نعروں سے گونج رہے تھے۔ عراقِ عرب اور مدینۃ النبی میں "بنو ہاشم" اور "بنی عباس" کے درمیان خلافت کی حقداری کے مسائل پر ہنگامہ آرائیاں ہو رہی تھیں۔ چنانچہ "بنی ہاشم" میں سے "ابراہیم بن موسیٰ"[۱] نے یمن کو اپنا مستقر بنایا اور "محمد بن جعفر الصادق" نے جو علویوں میں سب سے زیادہ صاحبِ نفوذ اور جلیل القدر بزرگ شمار ہوتے تھے مکہ مکرمہ میں خروج کیا۔ عراق کے دوسرے حصہ میں "ابوسرایا" نے طغیان بپا کر رکھا تھا۔ اور علی بن محمد

---

[۱] جناب "علی بن موسیٰ رضا" کے بھائی

بن جعفر" اور "حسین بن حسن افطس" اور دوسری ایسی ہی مفسد ہستیوں نے اپنی اپنی طرفدار جماعتوں اور اپنے حامیوں کو اکٹھا کرکے ایک طوفان سا مچا رکھا تھا، اس پر طرہ یہ کہ خراسان میں قحط کی بے پناہ وبا اس طرح پھیلی کہ شہروں کے شہر برباد ہو کر رہ گئے۔

ان واقعات کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ ابتدائے خلافتِ مامونی میں اکثر بلادِ اسلامی کتنی بدامنیوں اور کس قدر پریشانیوں میں مبتلا تھے جنھیں "مامون" ہی کے تدبر اور محنت نے از سرِ نو امن و امان بخشا اور راحت نصیب کی۔

علی بن موسیٰ رضا انھیں دنوں "حسن بن سہل[1]" "طاہر ذوالیمینین" کے مفتوحہ ممالک کا فرمانروا تھا۔ لیکن عراقی اس سے بہت بدظن تھے اور اس کے خلاف اکٹھے ہو ہو کر بغاوتوں اور ہنگاموں کے طوفان برپا کر رہے تھے اگرچہ عراقی بدنظمیوں کی خبریں پے در پے مرو میں تو پہنچتی تھیں لیکن فضل بن سہل وزیر مامون اپنے بھائی حسن کی وجہ سے سب کو مامون الرشید سے چھپاتا اور صرف علویوں کو ہی بغاوت، شورش اور بدامنی کا موجب بتاتا رہا۔ مامون نے ان فتنوں کو فرو کرنے کی تدبیر پوچھی تو اس نے کہا: "بہتر یہی ہے کہ علویوں میں سے ایک کو ولیعہدی کے لئے منتخب کرکے انھیں خلافت میں شریک کر لیا جائے" چنانچہ مامون نے اس تدبیر کو پسند کرکے "علی بن موسیٰ رضا" کو جو علم و فضل اور پاکدامنی میں مشہور تھے چن لیا۔ اور سنہ ۲۰۱ھ میں "رجا بن ابی ضحاک" اور "فرناس" کو ان کے لانے کیلئے مدینۃ النبی کیطرف روانہ کر دیا

مرو میں جناب علی بن موسیٰ رضا کا استقبال جس شان سے ہوا ہے وہ اہلِ تاریخ سے پوشیدہ نہیں۔ مامون رشید نے اپنی بیٹی ام حبیبہ کو علی بن موسیٰ رضا سے بیاہ دیا، تمام بلادِ اسلامی میں آپ کی ولیعہدی کی بیعت لینے کیلئے فرامینِ خلافت صادر فرما دیئے اور سیاہ کسوتِ عباسی کی بجائے علویوں کی عبائے سبز قبول کر لی گئی

مامون کی مخالفت بنی عباس، مامون کی ان حرکات سے اس کے سخت مخالف ہو گئے کہ اس نے علویوں میں سے ایک کو خلافتِ اسلامیہ کی ولیعہدی کے لئے زیادہ موزوں سمجھ کر عباسیوں پر ترجیح دی ہے، بلکہ ولیعہدی کے

---

[1] فضل بن سہل ذوالریاستین کا بھائی۔

بنیادی استحکامات کے لئے تمام ممالک اسلامیہ سے عہدنامے حاصل کرلئے ہیں، اپنی لڑکی دیکر اسے اپنی دامادی میں بھی لے لیا ہے، اور طرّہ یہ کہ سیاہ کسوتِ عباسیہ، علوی قبا کے سبز رنگ میں بدل دی ہے، لہذا عباسیوں نے مامون کو لعن طعن کرنا شروع کردیا، اور بُرا بھلا کہا یہانتک تو خیر تھی لیکن اسے الگ کرکے اس کی غیر حاضری میں اس کے چچا "ابراہیم بن مہدی" کو بغداد کے اورنگِ خلافت پر متمکن کردیا۔

یہ وہی ابراہیم ہے جو فصاحت و بلاغت میں مشہور خلیفہ گذرا ہے۔ عرب کا قادر الکلام شاعر ابونواس اسی کا مداح[1] تھا۔ خلیفہ ہونیکے بعد ابراہیم کو "مبارک" کے لقب سے یاد کیا گیا۔ فضل کا بھائی حسن بن سہل ابراہیم سے لڑا اور سخت شکست کھائی، دوبارہ لڑا اور پھر مغلوب ہوگیا۔

یہ سب کچھ ہورہا تھا مگر مامون سے یہ خبریں پوشیدہ رکھی جارہی تھیں، ان ساری شورشوں اور ہنگامہ گستریوں کی اس کو خبر نہ تھی، لیکن جناب "علی بن موسیٰ رضا" داماد مامون نے اپنے جلیل المنزلت خسر کو تمام انقلابات و حوادث سے آگاہ کرکے کہدیا کہ: عباسیوں کی ان سب شورشوں اور عراقی ہنگاموں کی خبریں جو آپ تک پہنچنے نہیں پائیں اور کسی شخص سے مخفی نہیں ہیں۔ لہذا جس سے بھی مامون نے دریافت کیا اس نے تمام واقعات بے کم وکاست بیان کرکے کہدیا کہ فضل کے خوف سے کوئی دم نہیں مارسکتا۔ اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ مامون نے انھیں باتوں پر فضل کے قتل کرنے کی ٹھان لی اور اچھا کیا۔

اب مامون رشید خود فوجِ ظفر موج کی سالاری کرتا ہوا بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ انھیں ایام یعنی ۲۰۳ھ میں داماد خلافت جناب "علی بن موسیٰ رضا" وفات پاگئے[2] اور مامون نے اپنے خالو "غالب بن حکم" کو فضل کے خاتمے کا حکم دیا، چنانچہ سرخس میں جبکہ فضل حمام کے اندر غسل کررہا تھا قتل کردیا گیا۔

مامون رشید نے بطیبِ خاطر "علی بن موسیٰ رضا" کو اپنی ولیعہدی کے لئے علی الرغم آل عباس انتخاب کرکے

---

[1] الفخری: "ابونواس" عرب کا مشہور شاعر خلیفہ "ابراہیم" کی مدح میں ایک جگہ کہتا ہے: "منکم علیہ ام منھم وکان لکم شیخ المغنین ابراھیم ام لھم" ۔ [2] تاریخ مختصر ایران (تالیف "پول ہورن" المانی) ترجمہ ڈاکٹر رضازادہ شفق۔

تمام بلادِ اسلامیہ سے ان کی ولیعہدی کے اقرارنامے منگوائے، کسوتِ عباسی کے بجائے علوی جامہ قبول کرلیا اور سب سے بڑھکر یہ کہ اپنی لختِ جگر "ام حبیبہ" ان سے بیاہ دی اگر اس پر بھی ان کے قتل کی مشکوک اور غیر مصدقہ داستانِ سم آلود میں اسی جلیل القدر اور مہربان خسر کا ہاتھ تلاش کریں اور سیاستِ سلطنت کی لاینحل پیچیدگیوں میں تاریخ کے ان من گھڑت پیوندوں کو کھینچ تان کر فقط مامون ہی کے سر منڈھ دینا چاہیں تو یہ صریحاً تاریخی ناانصافی ہوگی کیونکہ مامون رشید کی دامادِ خلافت کے ساتھ مخالفت، تحقیقات اور تفحصات کے ایچ پیچ سے ثابت ہوجانا بھی کچھ آسان نہیں۔ بعض تو ان کے قتل کئے جانے کو سرے ہی سے نہیں مانتے بلکہ ان کی اتفاقیہ اور ناگہانی موت کے قائل ہیں، لیکن اکثر شیعہ مورخین نے بدلائل لکھدیا ہے کہ مامون کے وزیر فضل بن سہل ہی کی مخالفت نے علی بن موسیٰ رضا کا خاتمہ کردیا۔ کیونکہ مامون کے پاس خلا اور ملا میں "ام حبیبہ کے شوہر" کی قدرومنزلت اور ان کے علم و فضل نے "فضل" کے تفضّل اور اس کے مکمل اقتدار پر معنوی ضرب لگاکر اُسے خلیفہ کی نظر سے گرادیا تھا، بالخصوص عراقی بغاوتوں اور فضل کے بھائی "حسن بن سہل" گورنرِ عراق کی کمزوریوں کا راز" مامون پر جناب علی ہی نے فاش کردیا تھا، جسے تاحال وزیر نے بادشاہ سے چھپا رکھا تھا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ فضل اپنے اقتدار کو بحال کرنے اور ولیعہدِ خلافت سے انتقام لینے کے درپے ہوجائے۔ ثانیاً برمکیوں کا ساختہ و پرداختہ "فضل" اپنے اولیائے نعمت "برامکہ" کی دوستی، گذشتہ ہم کیشی اور دلی روابط، بلکہ استیصالِ برامکہ کے کینہ کی وجہ سے بنی عباس کے ساتھ دل میں دشمنی رکھتا تھا[۱]۔ اس لئے علی بن موسیٰ رضا کا قتل اس کے ہر مقصد کی تکمیل، اور انتقام کی آگ بجھانے کے لئے ایک مستحسن فعل تھا۔ کیونکہ فضل باوجود اپنی بے انتہا جود و سخا اور دوسرے اوصافِ کریمانہ کے اپنے راستے کی الجھنوں کے محو و نابود کردینے میں نہایت بیباک تھا۔ یہ نکتہ کہ مامون رشید بغداد کے شور و شر اور عراقی فتنہ و فساد سے مدتوں بے خبر رہا۔ اور فضل کے خوف سے کسی نے مامون

[۱] شیعہ مورخین کے عقیدہ کے مطابق "موسیٰ بن جعفرؑ عباسی کے قتل کا سبب بھی برامکہ تھے جس کا انجام ان کے زوالِ خاندان بلکہ قتل اور استیصال کا موجب ہوا۔ چنانچہ "ابوجعفر محمد بن علی" معروف بہ "ابن بابویہ" نے بھی اپنی مشہور تصنیف "عیون الاخبار الرضا" میں اسی مدعا کی تصریح کردی ہے جسکو اس نے "صاحب ابن عباد" کیلئے تالیف کیا۔

کو آگاہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اس کے اقتدار اور سلطۂ دربار کی مضبوط دلیل ہے۔ اور "ہرثمہ" کا قتل بھی اس کی سخت گیر سیاست کا مؤید ہے۔

مامون نے قتلِ فضل کے بعد اس کے بھائی حسن بن سہل" کو ایک تسلی آمیز تعزیت نامہ بھیجا، جس میں اس کو سوزارت کی خوشخبری کے ساتھ اس کی لڑکی "بوران" کی اپنے ساتھ منگنی کی نشانی کی ایک انگوٹھی بھی بھیجدی۔[۵۱] فضل بن سہل کے قتل، جناب علی بن موسیٰ رضا کی وفات، خلیفہ ابراہیم کی شکست، اور اعلانِ عفوِ عام، کے بعد ۲۰۴ھ میں اہلِ بغداد نے جس شان سے مامون کا استقبال مرکزِ خلافت میں کیا ہے وہ آپ ہی اپنی نظیر تھا۔ مامون نے آٹھ دن بعد زینب[۵۲] کے کہنے سننے پر عباسیوں کی دلجوئی کے لئے عبائے سبز کی جگہ پھر کسوتِ سیاہ قبول کرلی۔

فضل بن سہل پر آخری نظر

فضل ذوالریاستین، دنیا کے مشہور مدبر، کاردان اور دور اندیش وزراءمیں سے شمار ہوتا ہے۔ باوجود "امین" کی شہرت اور اقتدار کے اس کا بارگاہِ مامونی کو ترجیح دینا ہی اس کی نگاہِ دوربین اور فکرِ رسا کی بیّن دلیل ہے۔ مامون الرشید کی خلافت، اور امین پر غلبہ، اسی کے تدبر، تحمل اور جانفشانیوں کا نتیجہ تھا۔ مامون الرشید جیسے بیدار مغز سلطان نے سب زمامِ کار اسی وزیرِ باتدبیر کے ہاتھوں میں سونپ دی تھی۔ چونکہ "وزارتِ خلافت" اور "امارتِ عراق" جیسے دو مشکل کام اسی ایک آدمی کے سپرد تھے۔ لہذا اس کو "ذوالریاستین" کے لقب سے یاد کیا گیا۔[۵۳]

---

[۵۱] تمہ تن از وزرائے عباسی۔ [۵۲] زینب بنت سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے (جس کا احترام سارے خلفائے وقت کی نزدیک مقدم تھا) ایک دن "مامون الرشید" سے کہا: یا امیر المومنین! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ خلافت کو اپنے خاندان سے ہٹا کر "علیؑ" کے گھرانے میں منتقل کرنا چاہتے ہو؟ مامون نے جواب دیا "حضرت علیؓ نے اپنی عہدِ خلافت میں آلِ عباس کے ساتھ نیکی کی تھی، میں اسکا بدلہ دینا چاہتا ہوں۔" "زینب" نے کہا اگر تم مقتدر ہوئے تو ان کیلئے سب کچھ کرسکتے ہو، بجائے اس کے کہ وہ مقتدر ہوں، اس کے بعد کسوتِ سیاہ کا دوبارہ قبول کرکے پہن لینا بھی زینب ہی کے کہنے سے عمل میں آیا جو ابتدا ہی سے آلِ عباس کا شعار بلکہ ان کا نشان تھا۔
[۵۳] تاریخ گزیدہ۔

فضل نے عراق کا نظم ونسق، اپنی نگرانی میں اپنے بھائی حسن بن سہل کے سپرد کرکے اپنی بنیادوں کو استوار کرنا شروع کیا۔ فضل بجائے دولت کو جمع کرنے کے اس کے لٹا دینے سے زیادہ خوش ہوتا تھا۔[۱] اسی کا قول تھا کہ "میرا تعلق خلیفہ کے ساتھ دولت کو بڑھانے اور ازدیادِ ثروت کیلئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ میرا حکم شرق وغرب میں جاری ہو"۔[۲]

عالمِ اسلامی کے اس شہرۂ آفاق وزیر کی شان وشوکت کے بارے میں ہم صرف "استاد احمد امین" کی اس مستند تحریر پر کفایت کرتے ہیں جسکو اس نے کتاب "جہشیاری" سے یوں نقل کیا ہے:-

"فضل بن زاد الفروخ، دربار میں تختِ رواں پر چڑھکر آتا جسکو کہار خلیفہ کی طرف لیجاتے، جب تک مامون رشید کی نظر اس پر نہ پڑتی فضل اپنی جگہ سے نہ ہلتا۔ مامون کی نگاہ پڑتے ہی تختِ رواں پر سے اترکر سریرِ خلافت تک مودب جاتا، سلام کرتا اور تعظیمات بجالاتا، خلیفہ کی بقائے حیات اور دوامِ اقبال کی دعا دیتا ہوا واپس آبیٹھتا۔ یہ شیوہ وزرائے ساسانی کا تھا۔[۳]

علمِ نجوم میں فضل کی مہارت کا یہ حال تھا کہ جس وقت مامون رشید نے طاہر کو "خلیفہ امین کے مقابلہ میں بغداد کی طرف روانہ کیا تو فضل نے اس کی فوج کشی کیلئے وقتِ سعد کا تعین کردیا اور اپنے ہاتھ سے ایک جھنڈا باندھ کر اسے دیا اور کہا "اعتماد رکھ! یہ جھنڈا ہینسٹھ برس تک تیرے ہاتھ سے گرنے نہ پائیگا۔[۴]

"ذوالریاستین" کی موت | فضل نے اپنا بھی زائچہ دیکھ لیا تھا کہ "اس کا خون آگ اور پانی میں بہایا جائے گا"۔

---

[۱] "تجارب السلف کا قول ہے کہ" موکل باللہ" کے عہدِ خلافت میں ایک دن ابراہیم موصلی نے بھرے دربار میں فضل کا ذکر مذمت آمیز الفاظ میں کیا۔ اس پر ایک بوڑھا اٹھا اور اس نے ابراہیم کو مخاطب کرکے کہا اے ابراہیم! میں نے تجھے فضل کے حضور میں باریاب ہوتے دیکھا ہے۔ ایکدن جبکہ وہ مسندِ وزارت پر متمکن تھا تو نے اس کی فراخ آستین کا کونہ چوما اور اپنا قصیدہ پڑھنے کی اجازت مانگی۔ تو نے اس کی مدح میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیئے اور اس نے تجھے انعام سے مالامال کردیا، کیا یہ انہی نوازشات کا بدلہ ہے جو آج اس محسن کو ایسے رکیک اور گستاخانہ الفاظ سے یاد کررہا ہے۔ [۲] الفخری (یہ وزرائے برامکہ کی پیروی تھی جنکا "فضل" ساختہ وپرداختہ تھا۔

[۳] ترجمہ از ضحی الاسلام جلد اول ص۱۶۹ مولفہ "استاد احمد امین"۔ [۴] چنانچہ ایسا ہی ہوا، آلِ طاہر کا چراغ "یعقوب لیس" (موسس خاندانِ صفاری) نے بجھایا تو پورے ہینسٹھ برس گذرے تھے۔ (درانی)۔

چنانچہ شہر سرخس میں اسی دن جبوقت کہ اس بات کا احتمال تھا فضل حمام میں گیا اور اپنی فصد کا خون ایک طشت میں لیکر حمام کے آگ اور پانی میں ملا دیا لیکن "تدبیر کُند بندہ و تقدیر کند خندہ" ابھی حمام سے باہر نکلنے نہ پایا تھا کہ ماموں کے خالو "غالب بن حکم" کے مقرر کردہ چار قاتلوں نے اِس مرد نامدار اور شخص بزرگوار کو وہیں پر ٹھنڈا کر دیا، اس طرح اس کا خون حمام کے آگ اور پانی میں بہا یا گیا۔

کہتے ہیں خود ماموں رشید بیتابانہ حمام میں گیا اور قاتلوں کو ڈھونڈکر اُن سے اپنے وزیر کے قتل کا سبب پوچھا، انھوں نے کہا۔ اے خلیفہ خدا سے ڈر! ہم نے اس قتل کا ارتکاب تیرے ہی ایما سے کیا ہے۔ ماموں نے کہا اچھا ہوا تم نے خود اقرارِ قتل کر لیا، اب جس کے بدلے تمہارے قتل کا حکم دیتا ہوں، اور اس کے اثبات میں کہ "یہ حکم میں نے تمہیں دیا تھا" گواہ ہونے چاہئیں یہ کہکر وہیں پر ان کے سر اُڑوا دیئے۔

ماموں رشید نے فضل کے قتل ہوجانے کے بعد اس کی ماں کو کہلا بھیجا کہ "فضل" کی اشیا میں سے جو چیز ہمارے لائق ہو، بھیجدو! جس پر اس کی ماں نے ایک مقفل اور مُہر شدہ صندوق ماموں کے حضور میں بھیجدیا، اس کے اندر ایک اور ممہور صندوقچہ تھا جس میں ایک سربمہر ڈبیا نکلی۔ ہر ایک کا خیال تھا کہ اب کوئی گوہرِ نایاب نکلا چاہتا ہے۔ لیکن ڈبیا کھلنے پر صرف حریر کا ایک ٹکڑا بر آمد ہوا جس پر "فضل" کے اپنے ہاتھ کی مندرجہ ذیل تحریر تھی [1]

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ "ھذا ما قضی الفضل بن سھل علی نفسہ قضیٰ

انہ یعیش ثمان واربعین سنۃ ثم یقتل بین الماء والنار" [2]

خلیفہ مامون الرشید | "ماموں" نے بیس برس اور سات مہینے جس شان سے خلافت کی ہے وہ تاریخ اسلامی کا

---

[1] یہ روایت "حبیب السیر" کے مولف نے "امام یافعی" سے نقل کی ہے۔ [2] یہ ہے وہ حکم جو "فضل بن سہل" اپنے بارے میں لگاتا ہے، اڑتالیس سال کے بعد آگ اور پانی میں قتل ہونا ہے۔

درخشاں باب ہے۔ دنیائے علم وفضل نے اس جیسا عالم اور فاضل خلیفہ پیدا نہیں کیا۔[1] حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے بعد ساری خلافتِ اسلامیہ میں مامون رشید ہی دوسرا خلیفہ ہے جو حافظِ قرآن تھا۔[2] مامون دانائے روزگار کو اپنے تدبر، سیاست، شجاعت، اور اصابتِ رائے پر پورا پورا بھروسا تھا۔[3] عالم اسلام ہمیشہ تک اس کی ترویج وتشویقِ علم پر شکرگذار رہیگا۔ کہ اس نے یونانی، عبرانی، سریانی اور ہندوستانی کتبِ مفیدہ کے تراجم کا کام آخر تک پہنچا دیا۔ اسی کے عہدِ خلافت میں فلسفہ کا رواج عام ہوا۔ مامون رشید اکثر فلسفیانہ بحث ومباحثے میں خود بھی حصہ لیتا اور لوگوں کو حصول فلسفہ کا شوق دلاتا تھا۔ مامون اپنے عقائد میں حدوثِ قرآن کے دعویداروں کا ہمداستان تھا، اور اس ضمن میں اختلافِ عقیدہ پر بڑے بڑے علما کے ساتھ جابرانہ رفتار سے پیش آتا تھا۔ مامون الرشید میں عفو اور بخشش کا مادہ سب سے زیادہ تھا، اپنے دشمنوں کو بخش دیتا، اور حتی المقدور باغیوں کے گناہوں سے بھی درگزر کر جایا کرتا تھا۔[4] اس کی ہوشمندی، دوربینی اور عقل وفراست میں بہت سی داستانیں بیان کی گئی ہیں جو گنجائش کی کمی اور تطویل کے خوف سے نظرانداز کی جاتی ہیں۔

مامون کی موت مامون کی موت بھی عجیب موت تھی، کوئی کہتا ہے کھجوروں کے کھانے سے دفعتہً واقع ہوگئی اور کوئی ان انجیروں کو اس کا سبب بتاتا ہے جو کسی اعرابی نے دور سے اُسے لا کر دی تھیں۔ لیکن باقی حضرات کا خیال ہے کہ: اس کے بھائی "معتصم" نے ایک غلام کو سکھایا تھا جس نے خلیفہ ہارون الرشید مرحوم کے ایک مکتوب کو زہر آلود کرکے مامون کے ہاتھ میں دیدیا اور اس خط کو چومتے وقت وہ زہر ہلاہل مامون کے نتھنوں میں سے ہوتا ہوا اس کے دماغ میں سرایت کر گیا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

---

[1] اسکے علم وفضل کی نسبت کہا گیا ہے "لم یل الخلافۃ اعلم منہ" [2] حمد اللہ مستوفی [3] خود خلیفہ مامون الرشید کا قول ہے کہ امیر معاویہؓ سارے بنی امیہ میں صاحب حزم ورائے تھے۔ لیکن اسکی سلطنت عمرابن العاص کے بازوؤں پر قائم تھی، عبدالملک بن مروان صاحب حشمت تھا لیکن اس کی دولت بھی حجاج ابن یوسف کے زور پر مستحکم ہوئی، لیکن میری خلافت مجھ ہی سے وابستہ ہے۔ [4] مامون ہمیشہ کہا کرتا لو عرف الناس حبی للعفو فتقربوا الی بالذنوب" اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ مجھکو معاف کر دینا کس قدر محبوب ہے تو وہ میرے پاس گناہ کر کرکے آیا کریں۔